© rasailojaraid.com

ایمان وعقائد

حافظ محمد زبیر

کیا صفاتِ الٰہیہ میں ائمہ اربعہ 'مفوضہ' ہیں؟

برصغیر کے حنفی حضرات عقیدہ میں کس منہج سے تعلق رکھتے ہیں؟

توحید کی علماے کرام نے تین اقسام بیان کی ہیں:

① توحید اُلوہیت

② توحید ربوبیت

③ توحید اسماء وصفات

توحید اسماء وصفات کے بیان میں **اہل سنت والجماعت** یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور محدثین ؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت میں بیان شدہ اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کے حقیقی واصلی معنی کا اثبات کرتے ہیں جبکہ اس کی کیفیت بیان نہیں کرتے مثلاً قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت 'ید' کا اثبات ہے تو اہل سنت والجماعت اللہ کے لیے صفتِ 'ید' کے حقیقی لغوی وعرفی معنی کا اثبات کرتے ہیں اور اس کی کیفیت یا تشبیہ بیان کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کے برعکس ایک اُسلوب **اہل تاویل** کا ہے جو صفاتِ ذاتیہ کے علاوہ دیگر اَسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کو بھی اُن کے حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی پر محمول کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات میں 'ید' بمعنی ہاتھ ہے۔اہل سنت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ مانتے ہیں، لیکن اہلِ تاویل صفتِ ید کا مجازی معنی 'قدرت' بیان کردیتے ہیں اور اس لفظ کے حقیقی معنی 'ہاتھ' کا اللہ کی ذات کے لیے اِثبات نہیں کرتے ہیں۔اہل تاویل جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات کی تاویل کرتے ہیں اسی طرح صفاتِ لازمہ اور غیر لازمہ ناموں سے تقسیم کرکے ان کی بھی کوئی نہ کوئی تاویل کرتے ہیں اگرچہ اہل تاویل کے ہاں تعبیرات کے بعض باریک فرق پائے جاتے ہیں۔تاہم تاویل کرنے میں معتزلہ، اشاعرہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماتریدیہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ معتزلہ اسماء و صفات دونوں کی حقیقت کے منکر ہیں جبکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ 'ید' (ہاتھ) وغیرہ کے تو منکر ہیں، لیکن اسماءِ الٰہی کے قائل ہیں البتہ تین صفاتِ فعلیہ (غیر لازمہ) میں اس طرح تاویل کرتے ہیں کہ 'حقیقت' کے بجائے 'مجاز' کو ہی تسلیم کیا جائے، مثلاً اہل تاویل کے ہاں اللہ تعالیٰ لفظی گفتگو پر قادر نہیں، لہٰذا قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی نفسی کلام ہے۔البتہ صفاتِ باری تعالیٰ میں سے چار صفاتِ لازمہ حیات، قدرت، علم اور ارادہ کے قائل ہیں جب کہ کلام، سمع اور بصر جو صفات غیر لازمہ کہلاتی ہیں۔اہل سنت اور اشاعرہ، ماتریدیہ کے ہاں یہی معرکۃ الآراء ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے بالمقابل تاویل سے بچنے کا ایک دوسرا طریق کار **اہل تفویض** کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے کوئی مجازی معنی پیش کر کے تاویل تو نہیں کرتے، لیکن سرے سے عربی الفاظ کا مفہوم ہی تسلیم کرنے سے انکار کر جاتے ہیں اور ان صفات کو اللہ کے سپرد کر دینے کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کا کوئی لغوی معنی بھی بیان نہ کیا جائے۔

مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا موقف

ماہنامہ 'وفاق المدارس' ملتان کے نومبر ۲۰۱۰ء کے شمارہ میں وفاق المدارس العربیۃ کے صدر اور شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے بحث کی گئی ہے۔اس مقالہ میں مولانا نے سلفی حضرات کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے مسئلۂ صفاتِ باری تعالیٰ میں اُنہیں متشدد قرار دیا ہے۔ہمیں اس وقت سلفی حضرات کے تشدد اور عدمِ تشدد پر کوئی بحث نہیں کرنا بلکہ ائمہ اربعہ کے بارے میں مولانا کی اس مسئلے میں ایک بنیادی غلط فہمی کو رفع کرنا مقصود ہے جس میں بہت سے معاصر حنفی علما شعوری یا لاشعوری طور پر مبتلا ہیں۔

مولانا سلیم اللہ خان نے توحیدِ اسماء وصفات کے ضمن میں اہل سنت کے تین مسالک بیان کیے ہیں اور اُن کے خیال میں جمہور اہل سنت یعنی صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کا موقف توحیدِ اسماء وصفات کے بیان میں یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفات کے بارے مطلقاً تفویض کے قائل ہیں یعنی وہ اللہ کی صفات کی کیفیت بیان کرنا تو کجا ان کے لغوی/عرفی معنی ہی کے قائل نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواہ حقیقی ہوں یا مجازی۔ مولانا لکھتے ہیں:

" ① پہلا مسلک: جمہور علماے اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ یہ نصوص ان متشابہات میں سے ہیں جن کے معنی صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور ہم ان کو ثابت تسلیم کرنے کے بعد، ان کے حقیقی یا مجازی معنی بیان و متعین نہیں کر سکتے۔ یہ متشابہ المعنی بھی ہیں اور متشابہ الکیفیہ بھی ہیں: وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ یعنی اس کی تفسیر صرف اللہ ہی کو معلوم ہے، یہ مسلکِ تفویض ہے اور یہی جمہور متقدمین اہل سنت اور آئمہ اربعہ کا مسلک ہے۔

② دوسرا مسلک یہ ہے کہ یہ نصوص اپنی حقیقت پر ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان جو حقیقی معنی اس کے ہو سکتے ہیں۔ وہی مراد ہیں، اس کی کیفیت، کنہ اور صورت کیا ہو گی؟ یہ معلوم نہیں، یعنی یہ نصوص وصفات معلوم المعنی اور متشابه الكيفية ہیں۔ اسی مسلک کی وضاحت میں مشہور مقولہ کہا گیا: الإستواء معلوم والكيف مجهول والسؤال عنه بدعة اور الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والإيمان به واجب. امام مالک اور ان کے اُستاذ ربیعہ بن ابوعبدالرحمن وغیرہ کی طرف یہ مقولہ منسوب ہے۔

③ اہل السنت والجماعت کا تیسرا مسلک یہ ہے کہ ان صفات و نصوص کے ایسے معنی مجازی بیان کیے جائیں جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہوں اور لفظ کے اندر اس معنی کے مراد لینے کی گنجائش ہو، مثلاً ید سے قدرت، وجہ سے ذات اور استوا سے اِستیلا مراد لیا جا سکتا ہے۔ اس مسلک کو 'مسلکِ تاویل' کہتے ہیں اور اکثر متاخرینِ اہل سنت نے اس مسلک کو اختیار کیا ہے۔ البتہ جو مجازی معنی مراد لیے جاتے ہیں، وہ یقینی اور قطعی نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ ان پر جزم کا عقیدہ رکھتے ہیں، بلکہ وہ ظن اور احتمال کے درجہ میں ہوتے ہیں، یعنی ید کی تاویل وہ قدرت سے کر کے کہتے ہیں کہ یہ ایک تاویل اور احتمالی تفسیر کے درجہ میں ہے۔ ید سے یقینی اور حتمی طور پر نصوص کے اندر قدرت کے معنی مراد ہیں، اس کا عقیدہ وہ نہیں رکھتے۔"[1]

آگے چل کر ایک مقام پر مولانا سلیم اللہ خان صاحب اس بارے مولانا عبد الحٔ لکھنوی کی تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

1 : ماہنامہ 'وفاق المدارس' ص۸، ۷ نومبر ۲۰۱۰ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''مولانا عبد الحہ لکھنوی نے دوسرے مسلک کو اکثر علما کا اور تیسرے مسلک کو اکثر متاخرین متکلمین کا مذہب قرار دیا، چنانچہ مولانا سلیم اللہ خاں اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں:

''اس باب میں علما کے چند مسلک ہیں: ایک مسلکِ تاویل کہ استوا بمعنی استیلا اور ید بمعنی قدرت اور وجہ بمعنی ذات، وعلیٰ ہذا القیاس اور یہی مختار اکثر متاخرین متکلمین کا ہے۔ دوسرا مذہب: تشابه فى المعنى وفى الكيفية۔ تیسرا مسلک: معلوم المعنی، متشابہ الکیفیہ اور حق ان میں مسلکِ ثالث ہے اور یہی مذہب صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین ومحدثین وفقہا واُصولیین محققین ہے۔

راجح اور محتاط مسلک: لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر علما نے پہلا مسلک اختیار کیا ہے جو مسلک تفویض سے مشہور ہے اور وہی مسلک سب سے زیادہ اَسلم اور مذہبِ محتاط ہے۔''[1]

اپنے مقالہ کے آخر میں مولانا سلیم اللہ خاں لکھتے ہیں:

''علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم اس مسئلہ میں متشدد تھے لیکن سلفی حضرات اور غیر مقلدین صرف اپنے مسلک کو حق سمجھتے ہیں اور اسی کو اہل سنت کا مسلک قرار دیتے ہیں، بقیہ حضرات کو وہ گمراہ اور باطل پر سمجھتے ہیں۔ جمہور اہل السنت جن میں حضرات صحابہ، تابعین اور جلیل القدر ائمہ کرام داخل ہیں کو گمراہ سمجھنا، خود بڑی گمراہی ہے۔''[2]

مسئلے کا تاریخی پس منظر

مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے اپنے اس مقالہ میں تفویض مطلق کے مسلک کی نسبت صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ ؒ کی طرف کی ہے جو خلافِ حقیقت ہے۔ اس مسئلے میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی نسبت مولانا عبد الحہ لکھنوی کی تحقیق راجح اور امر واقعہ کے زیادہ قریب ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک تفویض مطلق نہیں تھا بلکہ وہ صفاتِ باری تعالیٰ کو معلوم المعنی اور متشابہ الکیفیہ بیان کرتے تھے۔

اس مسئلے پر تحقیقی گفتگو سے پہلے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس اُلجھن کو سامنے لائیں

---

1 ماہنامہ 'وفاق المدارس'، ص 9
2 ایضاً: ص ۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کے پیش نظر وہ عقیدہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید حرام سمجھنے کی بنا پر امام ابو حنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کی تقلید ترک کر دیتے ہیں لیکن حنفی عوام کے سامنے اپنے امام کی مخالفت کے طعن سے بچنے کے لیے امام صاحب کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے تاویلات اور حِیَل کا ایک نہ ختم ہونے والا باب کھول دیتے ہیں۔ جن حضرات نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مناقب پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ کیا ہے اور وہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے دور کے بہت بعد چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہونے والے فقہی جمود کے پس منظر سے بھی واقف ہیں، اس مناظراتی، جدلیاتی اور فکری جنگ سے ضرور آگاہ ہوں گے جو چوتھی صدی ہجری کے تقلیدی جمود کے دور سے شروع ہو کر صدیوں حنفیہ اور شافعیہ کے مابین جاری رہی۔ بعد ازاں ایک طرف تو شافعیہ جغرافیائی اعتبار سے شرقِ بعید مثلاً انڈونیشیا، ملائیشیا وغیرہ کے علاقوں میں پھیل گئے اور دوسری طرف برصغیر پاک وہند میں تقلیدِ جامد کے خلاف شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے ہمنواؤں کی طرف سے فروغِ حدیث (اہل حدیث) کی تحریک برپا ہوئی یعنی نصوص کو فصوص پر اور سنت کو فقہ پر ترجیح دینے یا اجتہاداتِ ائمہ کو کتاب وسنت پر پیش کرنے کے دور کا آغاز ہوا تو ان مناظروں اور مجادلوں کا رخ شافعیہ سے اہل حدیث کی طرف پھر گیا اور حنفیہ اور غیر مقلد اہل حدیث کے مابین بظاہر نہ ختم ہونے والے مناظرات کے ایک طویل سلسلہ نے جنم لیا۔

اہل حدیث کے ساتھ اس فکری اور علمی مباحثہ میں علمائے حنفیہ نے ائمہ کی تقلید پر اتنا زور دیا کہ نہ صرف ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کی تقلید شخصی کو واجب قرار دیا بلکہ اُنہوں نے اپنے عوام الناس میں اس فکر کو خوب اچھی طرح راسخ کر دیا کہ فقہی مسالک میں تقسیم ہو کر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ مزید برآں اپنی درسگاہوں میں ائمہ اربعہ میں سے بھی ائمہ ثلاثہ کے موقف پر امام ابو حنیفہ کے مذہب کو عقلی ونقلی دلائل سے راجح قرار دینے کے لیے زندگیاں کھپا دیں اور بعض انتہا پسندوں نے تو فقہ حنفی کے راجح ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی بیان کر دی کہ سیدنا حضرت عیسیٰ ؑ بھی امام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابو حنیفہ کے مقلد[1] ہوں گے۔ علماے حنفیہ نے اگرچہ یہ سارا کام اس پردہ میں کیا ہے کہ عدمِ تقلید ایک فتنہ ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے حالانکہ اعتقادی مسائل میں ان کے ہاں بھی تقلید حرام ہے۔ پس حنفیہ نے اہل حدیث پر اس لحاظ سے بہت زیادہ طعن کیا کہ وہ غیر مقلد ہیں اور کسی متعین امام کی تقلید کے قائل نہیں ہیں یہاں تک کہ حنفی عوام الناس میں 'غیر مقلد ہونا' ایک گالی بن کر رہ گیا۔

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ حنفی علما نے اپنے عوام کے سامنے اہل حدیث کا اتباع اور تقلید میں فرق کا وہ موقف، جو ولی اللٰہی تحریک کی اساس ہے، صحیح طور پر آج تک پیش ہی نہیں کیا حالانکہ بہت سے دیوبندی علما بھی شاہ ولی اللہ کی فکر کے حاملین میں سے ہونے کے دعویدار ہیں۔ پس جہاں تک عقیدہ میں تقلید کا مسئلہ ہے تو اس بارے حنفی اور اہل حدیث علما کا اتفاق ہے کہ تقلید نہیں ہونی چاہیے، لیکن فقہی وفروعی مسائل میں دونوں کے مابین 'اتباع' یعنی کتاب وسنت کی دلیل کی بنیاد پر سلف صالحین کی پیروی اور 'تقلید' یعنی بلا دلیل کسی متعین فقیہ کی پیروی کا فرق ہے۔ 'تقلید' کا لفظ آج کل عرب ممالک میں 'نقالی' کے لیے استعمال ہوتا ہے، مثلاً سڑکوں پر یہ بورڈ آویزاں ہوتے ہیں: احذر التقلید ولاحظ الماركة ''نقالوں سے ہوشیار رہو اور ٹریڈ مارک دیکھ کر سودا کرو''

حنفی علما کے نزدیک بے علم عوام الناس کے لیے فقہی مسائل میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید ہونی چاہیے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعتقادی مسائل تو اس سے زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہونے کے باوصف تقلید ائمہ کے حقدار کیوں نہیں ہیں؟ حنفیہ میں سے عقائد میں تقلید کے حرام ہونے کی وجہ ہی سے بعض حنفی اعتقادی طور پر معتزلی ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ زمخشریؒ اور بعض سلفی بھی ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف، امام محمد، امام طحاوی، اور ابن ابی العز حنفی رحمہم اللہ وغیرہ۔ بعض علما نے امام بزدوی اور ملا علی قاری کے متعلق سلفی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور بعض 'اشعری' ہیں جیسا کہ شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) جبکہ برصغیر

---

1 فتاویٰ شامیہ: جلد ۱/ص ۱۴۲، دار احیاء التراث العربی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے احناف کی اکثریت 'ماتریدی' ہے جیسا کہ اکابر علماے دیوبند کی اکثریت 'ماتریدیہ' ہے۔ خلیجی ممالک کے اکثر حنفی عقیدہ میں سلفی ہیں۔

عقیدہ کی مذکورہ بالا تقسیم تو حنفیہ کے مابین قرونِ وسطیٰ میں رہی ہے جبکہ برصغیر پاک وہند میں یہ حضرات تصوف میں غلو اور اعتدال کی بحث کے نتیجے میں دو بڑے دھڑوں بریلوی اور دیوبندی مسالک میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ آج حنفی بریلوی علماء کی اکثریت کو توحیدِ اُلوہیت کے باب میں جب امام ابو حنیفہ اور متقدمین فقہاے حنفیہ کے اقوال سنائے جاتے ہیں اور اُنہیں اعتقادی مسائل میں اپنے حنفی ائمہ سلف کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے تو اُن کا سادہ جواب یہ ہوتا ہے کہ ''عقائد میں تقلید حرام ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حنفیہ نے فقہی مسائل میں تو تقلیدِ جامد کا ثبوت دیا اور اس کو واجب قرار دیا لیکن اعتقادی مسائل میں امام ابو حنیفہ کی تقلید نہ کرنے کی وجہ سے یہ کئی فرقوں اشعری، ماتریدی، معتزلی، بریلوی، دیوبندی، حیاتی، مماتی، وجودی، شہودی، مفوضہ، مؤوّلہ وغیرہ میں بٹ گئے۔ پس حنفیہ من وجہ مقلد ہیں اور من وجہ غیر مقلد ہیں۔ فقہی مسائل میں حنفی مذہب کے مقلد ہیں جب کہ اعتقادی مسائل میں یہ امام ابو حنیفہ کی تقلید کے قائل نہیں ہیں۔

اس کے برعکس سلف صالحین کی اتباع کے دعویدار 'اہل حدیث' کی دعوت یہ ہے کہ اعتقادی مسائل میں ائمہ سلف یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ کی پیروی ہونی چاہیے اسی بنا پر اعتقادی مسائل میں سلف صالحین کی اتباع پر کاربند ہونے کی وجہ سے ہی اہل حدیث 'سلفی' کہلاتے ہیں۔ جبکہ فقہی مسائل میں اہل حدیث کسی متعین امام کی تقلید کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ تمام فقہی آراء کو کتاب وسنت پر پیش کر کے اقرب الی السنۃ کو اختیار کر لیتے ہیں۔

البتہ دو بنیادی باتوں کی وضاحت ضروری ہے کہ اہل حدیث فقہی مسائل میں اگر علماے اُمت کا اجماع ہو تو اس اجماع کی حجیت کے قائل ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب اہل حدیث کسی متعین امام کی تقلید نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تجدد کی راہ پر ہیں یا کسی نئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقہ کی تدوین کر رہے ہیں بلکہ علماے اہل حدیث کے فتاویٰ کو دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ ائمہ کی آراء کو قرآن وسنت پر پیش کر کے قدیم مسائل میں کسی نہ کسی فقہی مذہب یا امام کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ ائمہ اربعہ تک محدود نہیں رہتے۔ جدید مسائل میں وہ کتاب وسنت سے ائمہ سلف کے طریقہ کار کی روشنی میں براہ راست استدلال کرتے بھی نظر آتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاے حنفیہ نے فقہ حنفی میں متقدمین حنفیہ سے مروی متفرق اَقوال میں دلائل کی بنیاد پر راجح اور مرجوح قول کا جو منہج اختیار کیا ہے اور ایسے فقہا کو 'اصحابِ ترجیح' کا نام دیا ہے، اسی معنی میں اہل حدیث نے فقہ حنفی کی بجائے جمیع مذاہبِ اسلامیہ یا معروف فقہا سے مروی اَقوال میں قرآن وسنت کے دلائل کی بنیاد پر ترجیح کا موقف اختیار کیا ہے۔ قدیم فقہی مسائل میں اہل حدیث کا یہی طرزِ عمل ہے البتہ جدید مسائل کا معاملہ ہو تو وہاں شاید حنفی مقلدین، اہل حدیث کی نسبت زیادہ اجتہاد کرنے کے دعوے دار ہیں جب کہ محقق اہل حدیث اسے 'حیلے' قرار دیتے ہیں۔ آج کل مروّجہ اسلامی بینکاری اس کی ایک مثال ہے۔ گویا قدیم مسائل میں حنفی ایک ہی مذہب میں علما کے اختلاف کی صورت میں ترجیح قائم کرنے کے باوجود اسے تقلید کا نام دیتے ہیں جبکہ اہل حدیث جمیع مذاہبِ اسلامیہ: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری وغیرہ کے اقوال وآرا میں دلیل کی بنیاد پر راجح اور مرجوح کا تعین کرتے ہیں اور اسے 'اتباع' کا نام دیتے ہیں۔

چونکہ اعتقادی مسائل میں عموماً قیاس وغیرہ کی گنجائش نہیں ہوتی، یعنی اعتقادی مسائل حالات اور زمان ومکان کی تبدیلی سے متاثر ہوئے بغیر ویسے ہی رہتے ہیں، کیونکہ ان کا تعلق زیادہ تر خبر سے ہوتا ہے جو غیر متبدل رہتی ہے، پس عقیدے کے مسائل میں ہمیں پیچھے سے پیچھے جانا چاہیے اور سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اسلاف ؒ کے طریق کار کی اتباع کرنی چاہیے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اعتقادی مسائل میں اہل سنت (سلف صالحین) میں کوئی زیادہ اختلاف مروی نہیں ہے بلکہ اکثر اعتقادی مسائل میں ائمہ اربعہ کا عقیدہ تقریباً ایک ہی ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوائے ایمان کی حقیقت کے مسئلے میں، جس میں امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف نقل ہوا ہے لیکن اس مسئلے کے بارے میں بھی امام ابن عبد البر مالکی اور امام ابن ابی العز حنفی کا رجحان یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اسی قول کی طرف رجوع[1] کر لیا تھا جو ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ اس کے برعکس فقہی اور عملی مسائل میں حالات اور زمانے کے تغیرات کی وجہ سے بہت دفعہ نصوص کا اطلاق تبدیل ہونے کا مغالطہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ابن قیم اسے فتویٰ کی تبدیلی سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہٰذا ان میں اجتہاد کی بڑی اہمیت ہوتی ہے جو قدیم مسائل میں اصحابِ ترجیح کا سا ہوتا ہے نہ کہ اجتہادِ مطلق کی حیثیت کا حامل۔ اہل الحدیث کے فتاویٰ ہماری اس بات کے شاہد ہیں۔

پس حنفیہ نے کسی متعین فقہ کی تقلید کو لازم قرار دے کر کسی تعبیر خاص کو عین دین اسلام یا وحی کی صورت شریعتِ اسلامیہ کی طرح دائمی قرار دے دیا ہے جبکہ اہل حدیث کے نزدیک کوئی متعین فقہ ایک عارضی اور بدلتی شے ہے جب کہ صرف وحی والہام (شریعتِ اسلامیہ) ہی دائمی ہے لہٰذا حق کسی ایک متعین فقہ میں محصور نہیں ہے چنانچہ وہ کتاب وسنت کی بنیاد پر سب فقہوں اور جمیع فقہاے محدثین سے برابر کی سطح پر استفادہ کے قائل ہیں۔

بعض حنفی علما نے جب یہ دیکھا کہ اہل الحدیث اعتقادی مسائل میں سلف صالحین کی اتباع کے قائل ہیں اور حنفیہ کو اس باب میں امام ابو حنیفہ کے سلفی ہونے کی بنا پر ان کی تقلید کی دعوت بھی دیتے ہیں تو اُنہوں نے امام ابو حنیفہ سے مروی سلفی عقیدے میں تاویلات کا ایک باب کھول کر اُنہیں 'ماتریدیہ' کی طرح 'مؤوّلہ' ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نے بھی اپنے اس مقالہ میں ان علماء کی مذمت کی ہے جو امام ابو حنیفہ کو کھینچ تان کر اہل تاویل میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ تاویل کے ردعمل میں ان علما نے ایک دوسری انتہاء یہ اختیار کی کہ اپنے امام کو مفوضہ بنا دیا۔ ان علما میں مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور بعض علماے دیوبند شامل ہیں، حالانکہ امام ابو حنیفہ

1 اعتقاد الأئمة الأربعة از ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن الخمیس: ص۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سلفی عقیدے کو کھینچ تان کر 'مفوضہ' اور اہل تفویض کا عقیدہ بنانے کی یہ کاوش امام ابو حنیفہؒ (سلفی) پر بڑی زیادتی ہے۔ واضح رہے کہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب، امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ 'تفویض' بتلاتے ہیں اور اسی عقیدے کو حق قرار دیتے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ گویا علماے دیوبند میں بعض خود مفوضہ ہونے کی بنا پر امام ابو حنیفہ کی طرف تفویض کے عقیدے کی نسبت کرتے ہیں جبکہ اکثر علماے دیوبند اہل تاویل ہیں اور ابو منصور ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) کے پیروکار ہیں۔

کیا ائمہ اربعہ مفوضہ تھے؟

اس تمہید کے بعد ہم اصل نکتہ کی طرف آتے ہیں کہ کیا مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا یہ دعویٰ درست ہے کہ سلف صالحین یا ائمہ اربعہ مفوضہ ہیں؟ اگر ہم اس مسئلے کی تحقیق میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کو شامل کر لیں تو شاید یہ مضمون بہت طویل ہو جائے لہٰذا سر دست ہم ائمہ اربعہ کے بارے بالعموم اور امام ابو حنیفہ کے بارے بالخصوص اس موقف کا جائزہ لے رہیں ہے کہ وہ اہل تفویض میں سے تھے یا نہیں؟

امر واقعہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ یا فقہاے محدثین اور متقدمین صوفیا کا صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے عقیدہ وہی ہے جسے آج ہم 'سلفی عقیدہ' کے نام سے جانتے ہیں۔ یعنی ائمہ اربعہ اور فقہائے محدثین صفاتِ باری تعالیٰ کے لیے مروی الفاظ کو ان کے حقیقی معانی پر محمول کرتے ہیں لیکن ان صفات کی کیفیت بیان نہیں کرتے گویا ائمہ اربعہ یہ کہتے ہیں کہ جب قرآن نے اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ 'ید' کا اثبات کیا ہے تو 'ید' کے حقیقی معنی ہاتھ کا اللہ تعالیٰ کے لیے اثبات کیا جائے گا، لیکن اللہ کا ہاتھ کیسا ہے؟ ہم اس کی کیفیت بیان نہیں کریں گے اور نہ ہی اس کے بارے قیل و قال میں پڑیں گے۔

امام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) سے جب یہ سوال ہوا کہ دو اشخاص کا آپس میں جھگڑا ہوا ہے اور ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ جو شخص اللہ کے آسمان میں ہونے کا اعتقاد نہ رکھے تو وہ گمراہ ہے اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں منحصر نہیں ہے تو اس بارے امام شافعی (متوفی ۲۴۰ھ) کا عقیدہ کیا ہے؟ تو امام صاحب اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحمد لله، اعتقاد الشافعي رضي الله عنه واعتقاد سلف الإسلام كمالك والثوري والأوزاعي وابن المبارك وأحمد بن حنبل وإسحٰق بن راهويه وهو اعتقاد المشايخ المقتدٰى بهم كالفُضيل بن عياض وأبي سليمان الداراني وسهل بن عبد الله التستري وغيرهم، فإنه ليس بين هؤلاء الأئمة وأمثالهم نزاع في أصول الدين وكذٰلك أبو حنيفة رحمة الله عليه فإن الاعتقاد الثابت عنه في التوحيد والقدر ونحو ذلك موافق لاعتقاد هؤلاء واعتقاد هؤلاء هو ما كان عليه الصحابة والتابعون لهم بإحسان وهو ما نطق به الكتاب والسنة[1]

''امام شافعی رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین امام مالک، امام اوزاعی، امام عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ان مشائخ کا ہے جن کی لوگوں نے پیروی کی ہے جیسا کہ فضیل بن عیاض، ابو سلیمان دارانی اور سہیل بن عبد اللہ تستری رحمہم اللہ وغیرہ۔ ان تمام ائمہ میں اُصولِ دین یعنی عقائد میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح کا معاملہ امام ابو حنیفہ کا بھی ہے یعنی توحید اور تقدیر وغیرہ کے مسائل میں امام ابو حنیفہ سے جو عقیدہ ثابت ہے، وہ وہی عقیدہ ہے جو مذکورہ بالا ائمہ کا ہے۔ اور ان ائمہ کا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ اور تابعین کا ہے۔ اور صحابہ و تابعین کا عقیدہ وہی ہے جو کتاب و سنت میں صراحتاً بیان ہوا ہے۔''

علامہ نواب صدیق حسن خان (متوفی ۱۳۰۷ھ) ایک جگہ سلف صالحین کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فمذهبنا مذهب السلف إثبات بلا تشبيه وتنزيه بلا تعطيل وهو مذهب أئمة الإسلام كمالك والشافعي والثوري وابن المبارك والإمام أحمد وغيرهم فإنه ليس بين هؤلاء الأئمة نزاع في أصول الدين وكذلك أبو حنيفة رضي الله عنه فإن الاعتقاد الثابت عنه موافق لاعتقاد هؤلاء وهو الذي نطق به الكتاب والسنة[2]

1 مجموع الفتاویٰ: ۵/۲۵۶، طبع دار الوفاء، ۲۰۰۵ھ

2 تفسیر فتح البیان از نواب صدیق حسن خان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ہمارا مسلک اس بارے وہی ہے جو سلف صالحین کا تھا اور وہ یہ کہ اللہ کی صفات کا اثبات کیا جائے لیکن اُنہیں مخلوق سے تشبیہ نہ دی جائے اور اللہ کی صفات کو کیفیات وغیرہ سے تو پاک قرار دیا جائے لیکن یہ پاک قرار دینا اس طرح نہ ہو کہ اس سے صفات ہی باطل ہو جائیں [یعنی ان کا ظاہری اور حقیقی معنی ہی باطل قرار پائے]۔ یہی مسلک امام مالک، امام شافعی، امام عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا ہے۔ ان ائمہ میں اُصولِ دین میں کوئی اختلاف مروی نہیں ہے۔ اسی طرح کا معاملہ امام ابو حنیفہ کا بھی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے جو عقیدہ ثابت ہے وہ وہی عقیدہ ہے جس کے قائل یہ ائمہ تھے اور اسی عقیدہ کا اثبات قرآن وسنت سے ہوتا ہے۔"

اب ہم نسبتاً تفصیل سے امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ کا عقیدہ بنیادی مصادر سے نقل کر رہے ہیں:

امام ابو حنیفہ کا عقیدہ

❁ فخر الاسلام امام بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے اعتقادی مسائل میں 'فقہ اکبر' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں اُنہوں نے صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات کیا تھا اور صفات کے اثبات کا یہی منہج متقدمین فقہاے حنفیہ کا ہے۔ بزدوی لکھتے ہیں:

العلم نوعان: علم التوحيد والصفات وعلم الشرائع والأحكام والأصل في النوع الأول هو التمسک بالكتاب والسنة ومجانبة الهوٰى والبدعة ولزوم طريق السنة والجماعة الذي عليه الصحابة والتابعون ومضٰى عليه الصالحون وهو الذي كان عليه أدركنا مشايخنا وكان على ذلك سلفنا أعني أبا حنيفة وأبا يوسف ومحمد أو عامة أصحابهم رحمهم الله وقد صنّف أبو حنيفة رضي الله عنه في ذلك كتاب الفقه الأكبر وذكر فيه إثبات الصفات[1]

"علم دو قسم کا ہے: ایک توحید اور صفاتِ باری تعالیٰ کا علم اور دوسرا شرائع اور احکام کا علم

1 اُصولِ بزدوی: ص۳، جاوید پریس، کراچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔پہلی قسم کے علم میں کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام لینا اور ہوائے نفس اور بدعتی مناہج سے دور رہنا اور اہل سنت والجماعت کے منہج کو مضبوطی سے پکڑ لینا ہی اصلاً مقصود ہے۔اہل سنت والجماعت کا منہج وہی تھا جو صحابہؓ وتابعین کا ہے اور جو سلف صالحین کا ہے اور اسی منہج پر ہم نے اپنے مشائخ حنفیہ اور متقدمین حنفیہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور ان کے اصحابؒ کو پایا ہے۔اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ نے ایک کتاب 'فقہ اکبر' کے نام سے لکھی ہے اور اس کتاب میں اُنہوں نے صفات کا اثبات کیا ہے۔''

امام بزدوی کی اس عبارت میں چند بنیادی باتیں بیان ہوئی ہیں:

④ امام ابو حنیفہ نے اعتقادی مسائل میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام 'فقہ اکبر' ہے۔

⑤ اس کتاب میں جو عقیدہ بیان ہوا ہے وہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور کبار حنفی علما و مشائخ کا ہے۔

⑥ اس کتاب میں جو عقیدہ بیان ہوا ہے، وہی صحابہ وتابعین کا عقیدہ ہے۔

⑦ اس کتاب میں جو عقیدہ بیان ہوا ہے، وہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔

اب ہم امام ابو حنیفہ کی اس کتاب میں بیان شدہ عقیدہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ کیا وہ تاویل کا عقیدہ ہے جیسا کہ ماتریدیہ حنفیہ کا عقیدہ ہے؟ یا وہ تفویضِ مطلق کا عقیدہ ہے جیسا کہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا عقیدہ ہے؟ یا صفات کو ان کے حقیقی معنی پر باقی رکھنے اور کیفیت نہ بیان کرنے کا عقیدہ ہے جیسا کہ سلفی عقیدہ ہے؟

❀ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

ولہ ید و وجہ ونفس کما ذکرہ اللہ تعالیٰ في القرآن، فما ذکرہ اللہ تعالیٰ في القرآن من ذکر الوجہ والید والنفس فھو لہ صفات بلا کیف، ولا یقال إن یدہ: قدرتہ أو نعمتہ لأن فیہ إبطال الصفۃ وھو قول أھل القدر والاعتزال ولکن یدہ صفتہ بلا کیف وغضبہ ورضاہ من صفات اللہ تعالیٰ بلا کیف[1]

''اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ، چہرہ اور نفس ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا قرآن

1 الفقہ الاکبر مع شرحہ: ص27،مکتبۃ الفرقان، 1419ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اِثبات کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے لیے ہاتھ، چہرہ اور نفس کی جو صفات بیان کی ہیں تو وہ بلا کیفیت ہیں اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اللہ کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت ہے یا اس کی نعمت ہے کیونکہ اس طرح کے قول سے اللہ کی صفت باطل قرار پاتی ہے اور ایسا کام [یعنی صفات میں تاویل کرنا] معتزلہ اور قدریہ کرتے ہیں۔ لیکن 'ید' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بلا کیفیت کے، اور اللہ کا غضب اور اس کی رضا اس کی صفات ہیں بلا کیفیت۔''

اس عبارت میں ایک طرف تو امام ابو حنیفہ نے صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات کیا ہے اور دوسری طرف ان صفات میں تاویل سے منع کیا ہے اور تاویل کو معتزلی منہج قرار دیا ہے۔ گویا صفاتِ باری تعالیٰ میں تاویل کا مذہب تو قطعی طور پر ردّ ہو گیا یعنی تاویل والا مسلک امام صاحب اور اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے۔

اب امام صاحب نے اللہ کی صفات کا جو اثبات کیا ہے تو کیا اس اثبات سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ان صفات کا حقیقی معنی بھی بیان نہیں کرتے اور اِثبات سے مراد صرف الفاظ کا اثبات لیتے ہیں جیسا کہ مفوضہ کا عقیدہ ہے یا اُن کی مراد یہ ہے کہ وہ صفات کا حقیقی معنی تو بیان کرتے ہیں لیکن کیفیت بیان نہیں کرتے اور اثباتِ صفات سے ان کی مراد حقیقی معنی کا اثبات ہے جیسا کہ سلفی عقیدہ ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ امام ابو حنیفہ کی یہ عبارت مفوضہ کا ردّ کر رہی ہے اور سلفی عقیدے کو بیان کر رہی ہے کیونکہ امام صاحب نے جب صفات کا اثبات کیا تو کیفیت کی نفی کی ہے جو اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ صفات کے حقیقی معنی کے قائل ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن میں بیان شدہ صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات سے مراد اگر لفظوں کا اثبات لیا جائے تو اس کا انکار قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کلام ماننے والا کوئی مسلمان نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن کے الفاظ کا انکار تو کوئی کافر کر سکتا ہے۔ یا وہ شخص جو قرآن کے اللہ کی کلام لفظی ہونے کا منکر ہے کیا امام صاحب اپنی عبارت ولکن یدہ صفة بلا کیف سے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ کا انکار نہ کرنا؟ کیا امام صاحب یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ بھی ثابت ہیں؟ یعنی امام صاحب اہل علم کو وہ عقیدہ بتلانا چاہتے ہیں جس سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے۔ نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا بالکل بھی نہیں ہے، بلکہ امام صاحب کا اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ صفات اپنی حقیقی معنیٰ کے ساتھ ثابت ہیں لیکن بغیر کیفیت کے ہیں۔ اگر امام ابو حنیفہ کے لیے مفوضہ یا مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا عقیدہ لیں تو پھر صفات کے اِثبات سے مراد صرف الفاظ کا اثبات ہو گا کیونکہ تفویض کی صورت میں تو کوئی بھی معنیٰ مراد نہیں لیا جاتا۔

☜ اب ہم اس طرح آتے ہیں کہ کبار حنفی علما نے امام ابو حنیفہ کی ان عبارات سے تفویضِ مطلق کا عقیدہ سمجھا ہے یا صفات کے حقیقی معنی کے اثبات کا سلفی عقیدہ؟

⑧ فخر الاسلام امام بزدوی 'فقہ اکبر' کی اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:

[فهو له صفات بلا كيف] أي أصلها معلوم ووصفها مجهول لنا فلا يبطل الأصل المعلوم بسبب التشابه والعجز عن درك الوصف، رُوي عن أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ أن الكيفية مجهول والبحث عنه بدعة[1]

[**پس یہ اللہ کی صفات ہیں بلا کیفیت کے**] امام ابو حنیفہ کی اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ ان صفات کا حقیقی اور اصلی معنیٰ معلوم ہے جبکہ کیفیت مجہول ہے۔ پس ان صفات کے حقیقی اور اصلی معنی کا انکار اس وجہ سے نہ کیا جائے گا کہ اس سے مخلوق کے ساتھ [صفات میں] تشابہ لازم آتا ہے اور اس وجہ سے بھی اس حقیقی واَصلی معنی کا انکار نہیں ہو گا کہ اس کی کیفیت کا اِدراک ممکن نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ صفات کی کیفیت مجہول ہے اور اس کیفیت کے بارے بحث کرنا بدعت ہے:

⑨ ملا علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ صفات کے مسئلے میں جو عقیدہ امام ابن تیمیہ کا تھا، وہی امام ابو حنیفہ کا عقیدہ ہے جو اُنہوں نے 'فقہ اکبر' میں بیان کیا ہے۔ ملا علی القاری یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ کو تجسیم کا قائل قرار دینا صحیح نہیں ہے بلکہ صفات کے بارے ان کا موقف وہی تھا جو سلف صالحین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ صفات کا معنی معلوم اور کیفیت مجہول ہے۔ ملا علی القاری لکھتے ہیں:

قال: الاستواء معلوم والكيف غير معقول والإيمان به واجب

1 شرح الفقہ الاکبر از امام بزدوی: ص ۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والسؤال عنه بدعة — فَرَّقَ بين المعنٰى المعلوم من هذه اللفظة وبين الكيف الذي لا يعقله البشر وهذا الجواب من مالك رحمه الله شاف عام في جميع مسائل الصفات من السمع والبصر والعلم والحياة والقدرة والإرادة والنزول والغضب والرحمة والضحك — فمعانيها كلها معلومة وأما كيفيتها فغير معقولة إذ تعقل الكيف فرع العلم بكيفية الذات وكنهها- فإذا كان ذلك غير معلوم فكيف يعقل لهم كيفية الصفات والعصمة النافعة من هٰذا الباب أن يصف الله بما وصف به نفسه ووصف به رسوله من غير تحريف ولا تعطيل ومن غير تكييف ولا تمثيل بل يثبت له الأسماء والصفات وينفى عنه مشابهة المخلوقات فيكون إثباتك مُنزّها عن التشبيه ونفيك مُنزّها عن التعطيل فَمَنْ نفٰى حقيقة الاستواء فهو مُعطِّل ومن شبَّهه باستواء المخلوقات على المخلوق فهو مشبه ومن قال استواء ليس كمثله شيء فهو الموحد المنزه.انتهٰى كلامه وتبين مرامه وظهر أن معتقده موافق لأهل الحق من السلف وجمهور الخلف فالطعن التشنيع والتقبيح الفظيع غير موجه عليه ولا متوجه إليه فإن كلامه بعينه مطابق لما قاله الإمام الأعظم والمجتهد الأقدم في فقهه الأكبر ما نصه وله تعالى يد ووجه ونفس[1]

"[امام ابن تیمیہ کہتے ہیں:] امام مالک نے کہا کہ اللہ کا مستوی ہونا تو معلوم ہے لیکن کیفیت غیر معقول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کیفیت کے بارے سوال کرنا بدعت ہے۔ امام مالک نے ان الفاظ کے ذریعہ صفات کے معلوم معنٰی اور غیر معقول کیفیت میں فرق کیا ہے۔ امام مالک کا یہ جواب جمیع صفاتِ باری تعالیٰ مثلاً سماعت، بصارت، علم، حیات، قدرت، اِرادہ، نزول، غضب، رحمت اور ضحک وغیرہ کے بارے کافی وشافی ہے۔ پس جمیع صفاتِ باری تعالیٰ کے معانی معلوم ہیں جبکہ ان کی کیفیات غیر معقول ہیں

1 مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ صفات کی کیفیات کا معقول المعنٰی ہونا، ذات کی کیفیت اور اس کی کنہ کے علم کی ایک شاخ ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی ذات اور کنہ غیر معلوم ہے تو اس کے صفات کی کیفیات بھی معقول نہیں ہو سکتیں۔ اس مسئلے میں نافع اور محتاط قول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر اس صفت سے موصوف کیا جائے جس کے ساتھ اللہ نے خود یا اللہ کے رسول نے اللہ تعالیٰ کو موصوف کیا ہو اور ان صفات کے معانی میں نہ تو تحریف کی جائے [یعنی تاویل] اور نہ ہی تعطیل کی جائے [یعنی ان صفات کے حقیقی معانی کا انکار کیا جائے یعنی تفویض مطلق وغیرہ] اور نہ ہی ان کی کیفیت بیان کی جائے اور نہ ہی ان کی مثال بیان کی جائے [یعنی مخلوق سے مشابہت دی جائے] بلکہ اللہ کے لیے جمیع اَسما اور صفات کا اثبات کیا جائے اور ان اسما و صفات کی مخلوق کے اسما و صفات سے مشابہت سے انکار کیا جائے۔ پس تیرا صفات کا اِثبات اس طرح ہو کہ اس میں تشبیہ موجود نہ ہو اور صفات کی کیفیات کے بارے تیری نفی یوں ہو کہ اس سے صفات کا ظاہری اور حقیقی معنی کا انکار نہ ہو۔ پس جس نے اِستوا کے حقیقی معنٰی کا ہی انکار کر دیا تو وہ معطلہ میں سے ہے اور جس نے استوا کی تشبیہ یوں بیان کی کہ یہ ایسا ہے جیسے ایک مخلوق دوسری مخلوق پر ہوتی ہے تو یہ مشبہ میں سے ہے اور جس نے یہ کہا کہ اِستوا تو ہے لیکن اس طرح کہ اس کی مانند کوئی شے نہیں ہے تو وہی در حقیقت موحد اور تنزیہ بیان کرنے والا ہے۔ یہاں پر امام ابن تیمیہ کا کلام ختم ہوا۔

[اب میں یعنی ملا علی القاری یہ کہتا ہوں] کہ اس کلام سے امام ابن تیمیہ کا مقصد واضح ہو گیا ہے اور اُن کا عقیدہ بھی کھل کر سامنے آگیا ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جو سلف صالحین اور جمہور خلف کا ہے۔ پس طعن و تشنیع اور بدترین تقبیح کی نسبت امام ابن تیمیہ کے لیے درست نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ کا کلام بعینہٖ وہی کلام ہے جسے امام اعظم اور مجتہد اکبر امام ابو حنیفہؒ نے اپنی کتاب 'فقہِ اکبر' میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ اور چہرہ اور نفس ہے۔"

⑩ اپنی ایک اور کتاب فقه أبسط میں امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

لا يوصف الله تعالىٰ بصفات المخلوقين، وغضبه ورضاه صفتان من صفاته بلا كيف، وهو قول أهل السنة والجماعة، وهو يغضب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ويرضى ولا يقال: غضبه عقوبته، ورضاه ثوابه[1]

''اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی صفات سے موصوف نہیں کیا جائے گا۔ غضب اور رضا اللہ کی صفات میں سے دو صفات ہیں جن کی کیفیت بیان نہیں ہو گی۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غضب میں بھی آتے ہیں اور راضی بھی ہوتے ہیں۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اللہ کے غضب سے مراد اُس کی طرف سے سزا ہے اور اس کی رضا سے مراد اس کی طرف سے ثواب ہے۔''

⑪ عقیدہ کی مشہور کتاب العقیدہ الطحاویہ کے شارح علامہ ابن العز حنفی لکھتے ہیں:

روٰى شيخ الإسلام أبو إسمٰعيل الأنصاري في كتابه الفارق بسنده إلى مطيع البلخي أنه سأل أبا حنيفة عمن قال: لا أعرف ربي في السماء أم في الأرض فقال: قد كفر لأن الله يقول: الرحمٰن على العرش استوٰى وعرشه فوق سبع سماواته. قلت: فإن قال: إنه علىٰ العرش ولكن يقول لا أدري العرش في السماء أم في الأرض؟ قال: هو كافر لأنه أنكر أنه في السماء فمن أنكر أنه في السماء فقد كفر[2]

''شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری نے اپنی کتاب 'الفارق' میں اپنی سند سے مطیع بلخی سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے اس شخص کے بارے سوال کیا جو یہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا کہ میرا ربّ آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو امام صاحب نے فرمایا: اس نے کفر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ عرش پر مستوی ہیں اور اللہ کا عرش سات آسمانوں پر ہے۔ میں [یعنی مطیع بلخی] نے پھر یہ سوال کیا کہ اگر وہ شخص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش پر ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو امام ابو حنیفہ نے کہا: یہ شخص بھی کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔''

---

1 الشرح الميسر على الفقهين الأبسط والأكبر: ص۱۵۹، مکتبہ الفرقان، ۱۴۱۹ھ

2 شرح العقيدة الطحاوية: ص۲۸۰، المکتب الاسلامی، بیروت؛ الفقه الأبسط مع شرحه: ص۱۳۵، مکتبہ الفرقان ۱۴۱۹ھ؛ العلو للذهبي: ص ۱۳۶، مکتبہ اضواء السلف، الریاض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم رحمہا اللہ کو متشدد قرار دیا ہے۔اب وہ بتائیں کہ اس مسئلے میں متشدد کون ہے؟ تکفیر تو امام ابو حنیفہ کریں اور متشدد سلفیہ قرار پائیں۔ عقیدہ طحاویہ، عقیدے کی کتاب ہے جس کے مصنف حنفی فقیہ امام طحاوی ہیں۔ پھر اس کتاب کی شرح 'شرح عقیدہ طحاویہ' جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے، ایک حنفی عالم دین ابن ابی العز حنفی (متوفی ۷۹۲ھ) کی ہے۔ پس حنفی عقیدے کی کتاب اور حنفی عالم دین (شارح) اس روایت کے ناقل ہیں اور نقل بھی حنفی فقہا کے حوالے سے کر رہے ہیں۔ اب بھی اگر اسکے جواب میں معاصر حنفی علما یہ کہیں کہ سلفیہ نے یہ عقیدہ امام ابو حنیفہ کے کھاتے میں ڈال دیا ہے تو اُن کا اللہ ہی حافظ ہے۔ 'فقہ اَبسط' میں بھی امام صاحب کا یہ قول موجود ہے جو خود امام صاحب کی طرف منسوب کتاب ہے۔ پھر جلیل القدر محدثین نے اس قول کی نسبت امام صاحب کی طرف ثابت کی ہے جیسا کہ امام ذہبی کی کتاب کا حوالہ ہم نے نقل کیا ہے:

⑭ امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) اپنی سند کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ان سے جب ایک عورت نے یہ سوال کیا ہے کہ آپ جس 'الٰہ' کی عبادت کرتے ہیں، وہ کہاں ہے؟ تو امام صاحب نے اس عورت کو جواب نہ دیا اور سات دن تک اس کے سوال کا جواب دینے سے رُکے رہے، یہاں تک کہ سات دن بعد امام صاحب تشریف لائے اور اپنی دو کتابیں [غالباً مراد فقہ اکبر اور فقہ ابسط ہے] سامنے رکھیں اور کہا:

الله تبارك وتعالىٰ في السماء دون الأرض. فقال له رجل : أرأيت قول الله عز وجل: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ قال: هو كما تكتب إلىٰ الرجل إني معك وأنت غائب عنه[1]

''اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور زمین میں نہیں۔ایک شخص نے اس پر کہا کہ قرآن کی اس آیت کہ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ یعنی وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے، کے بارے آپ کی کیا رائے ہے تو امام صاحب نے کہا: یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ تو کسی آدمی کو کوئی خط لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، حالانکہ تو اس سے غائب ہوتا ہے۔''

1 الاسماء والصفات : ۳۳۸/۲، مکتبہ السوادی، جدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب اس کو مولانا سلیم اللہ خان صاحب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تفویض مطلق ہے؟اور استوا کا اس قدر معنی بیان کرنا ہی تفویض کہلاتا ہے۔ اگر تو مولانا کی تفویض سے یہی مراد ہے جو امام ابو حنیفہ کے حوالے سے مذکورہ بالا عبارت میں بیان ہوئی ہے تو پھر ان کے اور سلفیہ کے مابین اختلاف لفظی ہے۔ یعنی استوا سے مراد آسمان میں ہونا لینا کیا تفویض مطلق ہے یا لفظ کو حقیقی معنی پر برقرار رکھ کر اس کی کیفیت بیان کرنے سے اجتناب کرنا ہے؟

⑬ امام ابو حنیفہ سے جب اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نازل ہونے کے بارے سوال ہوا تو اُنہوں نے جواباً کہا: ينزل بلا كيف[1]

"اللہ تعالیٰ نازل ہوتے ہیں لیکن اس کی کیفیت بیان نہیں ہو گی۔"

⑭ مشہور حنفی فقیہ شمس الائمہ امام سرخسی (متوفی ۴۳۸ھ) محکم اور متشابہ کی بحث میں قرآن میں تشابہ کا معنی سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبيان ما ذكرنا من معنى المتشابه من مسائل الأصول أن رؤية الله بالأبصار في الآخرة حق معلوم ثابت بالنص، وهو قوله تعالىٰ ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ﴾ ثم هو موجود بصفة الكمال، وفي كونه مرئيا لنفسه ولغيره معنىٰ الكمال إلا أن الجهة ممتنع، فإن الله تعالىٰ لا جهة له فكان متشابها فيما يرجع إلى كيفية الرؤية والجهة، مع كون أصل الرؤية ثابتًا بالنص معلومًا كرامة للمؤمنين، فإنهم أهل لهذه الكرامة، والتشابه فيما يرجع إلىٰ الوصف لا يقدح في العلم بالأصل ولا يبطل، وكذلك الوجه واليد على نص الله تعالىٰ في القرآن معلوم وكيفية ذلك من المتشابه فلا يبطل به الأصل المعلوم. والمعتزلة ــ خذلهم الله ــ لاشتباه الكيفية عليهم أنكروا الأصل فكانوا بإنكارهم صفات الله تعالىٰ وأهل السنة والجماعة ــ نصرهم الله ــ أثبتوا ما

1 شرح الفقہ الاکبر از علی قاری: ص۱۲۶، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت؛ شرح العقیدۃ الطحاویۃ از ابو العز حنفی: ص ۲۱۸، الاسماء والصفات از بیہقی: ۳۸۰/۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هو الأصل المعلوم بالنص وتوقفوا فيما هو المتشابه وهو الكيفية ولم يجوزوا الاشتغال بطلب ذلك[1]

''اعتقادی مسائل میں تشابہ کا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ آخرت میں آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار نص سے معلوم، حق اور ثابت ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے ربّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر وہ صفتِ کمال کے ساتھ موجود بھی ہے اور اللہ کے اپنی ذات اور دوسروں کے لیے دیکھنے جانے سے مراد کمال درجے میں دیکھا جانا ہے مگر اس دیکھنے میں کوئی خاص جہت نہیں ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ جہات سے پاک ہے۔ پس اس صورت میں تشابہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو دیکھے جانے کی کیفیت اور جہت تشابہ ہے [نہ کہ دیکھنا یعنی رؤیت کا حقیقی معنی ہی تشابہ ہے] جبکہ دیکھنا تو نص سے معلوم اور ثابت ہے اور اس میں اہل ایمان کی فضیلت ہے۔ اور تشابہ [یعنی تشابہ ہونا] یہاں پر رؤیت کی کیفیت میں ہے اور ایسے تشابہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ رؤیت کا حقیقی و اصلی معنی ہی باطل یا قابل عیب ٹھہرے۔ اس طرح کا معاملہ صفتِ 'ید' اور صفت 'وجہ' کا بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں قرآن میں بیان کیا ہے تو اُن کا معنی معلوم ہے لیکن ان کی کیفیات تشابہ ہیں۔ پس کیفیت کے تشابہ ہونے کی وجہ سے حقیقی و اصلی معنیٰ باطل قرار نہیں پائے گا۔ جہاں تک معتزلہ کا تعلق ہے، اللہ اُنہیں رسوا کرے، اُنہوں نے صفات کی کیفیت کے مشتبہ ہو جانے کی وجہ سے ان کے حقیقی معنی کا بھی انکار کر دیا پس وہ اللہ کی صفات کے منکر بن گئے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت، اللہ تعالیٰ ان کی مدد ونصرت فرمائے، صفات کی نصوص کے حقیقی واصلی معنی کا اثبات کرتے ہیں اور ان صفات میں جو چیز تشابہ ہے اس میں توقف کرتے ہیں اور وہ تشابہ چیز ان کی کیفیت ہے اور اس کیفیت کے پیچھے پڑنے کو اہل سنت جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔''

یہ واضح رہے کہ سلفی حنفی علما اللہ تعالیٰ کے لیے جہات کا انکار کرتے ہیں لیکن صفتِ علو یا فوقیت کو ثابت کرتے ہیں جیسا کہ 'فقہ اکبر' اور عقیدہ طحاویہ اور شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

⑮ امام بزدوی بھی تشابہ کے بارے مشائخ حنفیہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إثبات اليد والوجه حق عندنا معلوم بأصله متشابه بوصفه ولا

1 اُصول السرخسی: ص ۱۷۰، دار الکتاب العلمیہ، بیروت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يجوز إبطال الأصل بالعجز عن إدراك الوصف بالكيف وإنما ضلت المعتزلة من هٰذا الوجه فإنهم ردّوا الأصول لجهلهم بالصفات فصاروا معطلة[1]

''[اللہ کی صفات میں سے] ہاتھ اور چہرہ کا اثبات ہمارے نزدیک حق ہے اور اس کا اصل معنی [یعنی حقیقی معنی] معلوم ہے جبکہ اس کی کیفیت متشابہ ہے۔ پس صفات کے اصل [یعنی حقیقی] معنی کو اس وجہ سے ردّ کرنا جائز نہیں ہے کہ صفات کے اس اصل معنی کی کیفیت کا اِدراک ممکن نہیں ہے۔ معتزلہ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے اور اُنہوں نے اپنی جہالت کے سبب صفات کے حقیقی معانی کا بھی انکار کر دیا اور معطلہ بن گئے۔''

⑯ اسی طرح امام طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

وأن القرآن كلام الله منه بدأ بلا كيفية قولا[2]

''یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے اس کی ابتدا باعتبارِ قول کے ہوئی ہے اور اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں ہوگی۔''

امام مالک بن انس کا عقیدہ

امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) کا بھی صفاتِ باری تعالیٰ میں وہی عقیدہ ہے جو امام ابو حنیفہ کا ہے۔ امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) اور امام ابن عبد البر مالکی (متوفی ۴۶۳ھ) امام مالک سے اپنی اپنی سند کے ساتھ ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

يحيٰى بن يحيٰى يقول: كنا عند مالك بن أنس فجاء رجل فقال: يا أبا عبد الله ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ فكيف استوٰى؟ قال: فأطرق مالك برأسه حتى علاه الرحضاء ثم قال: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وما أراك إلا مبتدعًا، فأمر به أن يخرج[3]

---

1 اُصولِ بزدوی: ص ۱۰، جاوید پریس، کراچی

2 العقیدۃ الطحاویۃ: ص ۴۵، ۴۴

3 الاسماء والصفات از بیہقی: ۲/ ۳۰۶، ۳۰۵؛ التمہید از ابن عبد البر: ۷/ ۱۵۱، مؤسسہ القرطبہ، بیروت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''یحییٰ بن یحییٰ سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا: اے عبد اللہ! اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور یہ استواء کس طرح کا ہے؟ [راوی کہتے ہیں کہ] امام مالک نے اپنا سر جھکایا یہاں تک کہ اُنہیں غصے سے پسینہ آگیا۔ پھر اُنہوں نے کہا: استوا مجہول نہیں ہے [یعنی معلوم ہے] اور اس کی کیفیت غیر معقول ہے اور اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کے بارے سوال کرنا بدعت ہے۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ تو [یعنی سائل] بدعتی ہے۔ اور امام مالک نے اس سائل کو اپنی مجلس سے نکالنے کا حکم دیا۔''

بنیادی مصادر کی کئی ایک کتب میں امام مالک کا یہ قول کئی اسناد کے ساتھ مروی ہے۔

امام شافعی کا عقیدہ

امام شافعی کا عقیدہ بھی صفات کے بارے وہی ہے جو امام مالک کا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

القول في السنة التي أنا عليها، ورأيت عليها الذين رأيتُهم، مثل سفيان ومالك وغيرهما: الإقرار بشهادة أن لا إلٰه إلا الله وأن محمدًا رسول الله وأن الله تعالىٰ على عرشه في سمائه يقرب من خلقه كيف شاء، وأن الله تعالىٰ وينزل إلى السماء الدنيا كيف شاء[1]

''جس طریقہ کار کو میں نے اختیار کیا اور جس منہج پر میں نے امام سفیان ثوری اور امام مالک رحمہا اللہ کو دیکھا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم اس کا اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر آسمان میں ہے اور اپنی مخلوق سے بھی قریب ہوتا ہے، جیسے وہ چاہتا ہے۔ اور آسمان دنیا پر وہ نزول فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے۔''

امام شافعی کا یہ قول کئی ایک اور بھی بنیادی مصادر کی کتب میں نقل ہوا ہے۔

1 العلو از ذہبی: ص ۱۶۵، مکتبۃ أضواء السلف، الریاض؛ مجموع الفتاوی: ۴/۱۸۱، دار الوفاء، ۱۴۲۶ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام احمد بن حنبل کا عقیدہ

حنبل بن اسحق ،امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

نحن نؤمن بأن الله علىٰ العرش،كيف شاء وكما شاء، بلا حد، ولاصفة يبلغها واصف أو يحده أحد، فصفات الله له ومنه، وهو كما وصف نفسه﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾[1]

''ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، جیسے اور جس طرح اس نے چاہا ،بغیر کسی حد کے جسے کوئی بیان کرے، اور بغیر کسی کیفیت کے، جسے کوئی بتلائے۔ پس اللہ کی صفات اس سے ہیں اور اس کے لیے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہیں جیسے اُنہوں نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور نگاہیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔''

ائمہ اربعہؒ کے عقیدہ کے عقلی و منطقی دلائل

ائمہ اربعہ کے بالمقابل اہل تاویل اور اہل تفویض کا عقیدہ قرآن و سنت کی نصوص کے تو خلاف ہے ہی لیکن عقل و منطق کے بھی خلاف ہے۔ائمہ اربعہ اور سلفیہ ایک بات تو یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے لفظ 'ید' کو اپنے لیے استعمال کیا ہے تو ایک تو اس لفظ میں تاویل مثلاً اس کا مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہے یعنی یہ کہنا کہ اللہ کے 'ید' سے مراد اس کی قدرت ہے ،کیونکہ یہ کہنا کہ 'ید' کا لفظ عربی میں قدرت کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے، درست نہیں ہے۔

۱۷ اس کی وجہ یہ ہے کہ الفاظِ قرآنی سے مراد حقیقت یعنی حقیقی معنی ہوگا اور مجازی معنی اس وقت لیا جائے گا جبکہ اس کا کوئی قرینہ ہو۔یعنی گفتگو اور خطاب کا یہ ایک مسلم اُصول ہے کہ کلام میں اصل حقیقت ہوتی ہے، چاہے وہ حقیقتِ لغوی ہو یا عرفی یا شرعی۔ مجازی معنی مراد لینے کے لیے کوئی دلیل چاہیے یعنی کلام میں مجاز مراد لینا دلیل کا متقاضی ہے۔ اگر تو کلام میں مجاز کو اصل مان لیا جائے تو کلام کا معنی کبھی متعین ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ

1 درء تعارض العقل والنقل: ۲۵۴/۱، دار الکنوز الاَدبیۃ، الریاض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر کسی کا مجاز اپنا ہو گا جیسا کہ اہل تاویل کا اللہ کی صفات کے معانی بیان کرنے میں کبھی بھی اتفاق نہ ہو سکا۔ یعنی جہمیہ، معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ سب صفات کی تاویل کرتے ہیں لیکن ان کی تاویلات بھی باہم مختلف ہوتی ہے اور کسی ایک تاویل پر ان کا اتفاق نہیں ہے جبکہ دوسری طرف ائمہ اربعہ حقیقی معنی مراد لیتے ہیں لہٰذا ان میں اتفاق ہے۔

⑱ دوسری بات یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک اس لفظ کا حقیقی معنی [یعنی ہاتھ] مراد نہ لینا بھی صحیح منہج نہیں ہے جسے تفویض کہتے ہیں۔ تفویض سے یہ لازم آتا ہے کہ کلام مخاطب کو سمجھانے کے لیے نہ کی جائے اور جو کلام مخاطب کو سمجھ نہ آئے اسے فصیح اور بلیغ کلام نہیں کہتے۔ یعنی صفات میں تفویض کا عقیدہ مان لینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب کوئی ہم سے یہ پوچھے کہ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ یا ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ یا ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ وغیرہ جیسی قرآنی آیات کے کیا معنی ہیں؟ تو ہم یہ جواب دیں کہ ان آیات کا معنی اللہ ہی کو معلوم ہے، ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔ اگر کلام کا معنی ہی واضح نہ ہو تو وہ کلام فصیح و بلیغ کیسے کہلائے گا؟ اللہ کی ذات اس سے بہت منزہ ہے کہ ایسا مبہم کلام کرے جو مخاطب کو سمجھ ہی نہ آئے۔ بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (یوسف:۲)

''بلاشبہ ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے تاکہ تم اسے سمجھو۔''

⑲ تفویض کے خلاف یہ دلیل بھی کافی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے 'ید' کا لفظ استعمال کیا تو اگرچہ اس کی کنہ ہمیں معلوم نہ بھی ہو لیکن یہ تو معلوم ہے کہ 'ید' سے مراد پاؤں، آنکھیں، چہرہ، ذات وغیرہ نہیں ہوتی۔ گویا آپ نے 'ید' کے معانی سے ایک لمبی چوڑی فہرست کو جب خارج کر دیا تو 'ید' کا کچھ معنی تو از خود متعین ہو گیا۔ یعنی اگر مفوضہ سے یہ کہا جائے کہ کیا صفتِ 'ید' سے مراد صفتِ 'عین' ہو سکتی ہے تو ان کا جواب کیا ہو گا؟ پس 'ید' کی حقیقت معلوم ہے اور اس سے مراد مجاز نہیں ہے جبکہ اس حقیقت کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔

اہل تاویل اور اہل تفویض نے سلفیہ پر یہ جو اعتراض کیا ہے کہ صفات کا حقیقی معنی مراد لینے سے تجسیم لازم آتی ہے تو یہ اعتراض نہایت ہی بودا ہے۔ اہل تاویل کے لیے تو اس اعتراض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا جواب یہ ہے کہ جن اہل تاویل نے اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ وجود کا اثبات کیا ہے اور اس کا حقیقی معنی مراد لیا ہے۔ پس جب وہ اہل تاویل صفت وجود حقیقی معنی پر باقی رکھتے ہیں اور اس کی تاویل نہیں کرتے جبکہ دیگر صفات کی وہ تاویل کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ جو موقف صفت وجود کے لیے اختیار کرتے ہیں وہی دیگر صفات کے لیے بھی کرنا پڑے گا۔

جہاں تک اہل تفویض کا معاملہ ہے تو ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفتِ وجود [یعنی موجود ہونا] میں بھی تفویض کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر تو وہ صفتِ وجود میں بھی تفویض کے قائل ہیں تو دہریت لازم آتی ہے یعنی صفتِ وجود میں تفویض کا مطلب یہ ہو گا کہ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وجود کا معنی کیا ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کے وجود (Existence of God) یعنی ہونے اور نہ ہونے کا معاملہ بھی اللہ کے سپرد کر دیں اور یہی دہریت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نہ تو اللہ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اقرار کرتے ہیں۔ اگر تو اہل تفویض صفتِ وجود کا حقیقی معنی مراد لیتے ہیں تو ان پر بھی تجسیم کا اعتراض لازم آتا ہے کیونکہ وجود تو کسی شے کا ہوتا ہے اور معدوم کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

خلاصۂ کلام: ائمہ اربعہ کا عقیدہ توحید اسماء وصفات میں یہ ہے کہ وہ حقیقی معنی کا اثبات کرتے ہیں اور اس معنیٰ کی کیفیت کے پیچھے نہیں پڑتے۔ حنفی ماتریدی، حنفی اشعری اور حنفی اہل تفویض کا عقیدہ ائمہ اربعہ اور امام ابو حنیفہ کے عقیدے کے خلاف ہے اور اگر اہل سنت والجماعت سے مراد ائمہ اربعہ کا عقیدہ ہے تو توحیدِ اسماء وصفات کے پہلو سے ماتریدی، اشعری اور مفوضہ حنفی علماء اہل السنہ والجماعہ سے خارج ہیں۔ پس برصغیر کے بریلوی علما اور علماے دیوبند، جیسا کہ ان کے عقیدے کی نشاندہی مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے کی، اس لحاظ سے اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں کہ وہ ائمہ اربعہ کے متفقہ عقیدہ پر نہیں ہیں۔

البتہ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر حنفی اہل السنہ سے خارج نہیں بلکہ حنفیہ میں جو امام ابو حنیفہؒ کے عقیدہ پر ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف، امام محمد، امام طحاوی، امام بزدوی، امام سرخسی، امام ابن ابی العز حنفی اور مولانا عبد الحیی لکھنویؒ وغیرہ تو وہ بلاشبہ اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ برصغیر کے احناف کو بھی امام ابو حنیفہ کی طرح خالص سلفی عقیدہ کو اپنانا چاہئے۔ باقی رہا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل تاویل اور اہل تفویض کا اُخروی معاملہ تو ہم اس کے بارے کوئی کلام نہیں کرتے، کیونکہ یہ معاملہ جنتی اور جہنمی ہونے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو بھی اس کا اختیار نہیں دیا۔ ہم ظاہر کے مطابق کسی عقیدہ یا فقہ کے مسلک کو صحیح یا غلط، راجح یا مرجوح تو کہہ سکتے ہیں۔ اسکے آگے ہمیں حق نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

اہل سنت (ائمہ اربعہ وغیرہ) یا سلفی قرآنِ کریم کو لفظاً و معنًی اللہ کی کلام کہتے ہیں، اس طرح احادیث قرآن کریم کی تشریح و تفسیر ہیں (جنہیں مرادِ الٰہی بھی کہا جاسکتا ہے) لہٰذا اسماء وصفاتِ الٰہی کے مسئلہ میں ان کو تعبیر کی پریشانی نہیں ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ (نفس، ید، ساق وغیرہ) کو لفظاً اور معنًی بلا تعطیل و تکییف مانتے ہیں بلکہ دوسرے اسماء وصفات کو بھی اسی طرح بلاتاویل تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے بالمقابل اہل تاویل کا موقف یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اہل تاویل (جہمیہ، معتزلہ، اشعریہ، ماتریدیہ) قرآنِ کریم کے لیے اللہ تعالیٰ کی کلامِ لفظی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ اگرچہ جہمیہ اور معتزلہ تو خلق قرآن کے قائل ہیں جب کہ اشعریہ اور ماتریدیہ صراحۃً تو قرآن کو مخلوق نہیں کہتے بلکہ اسے کلامِ نفسی کہتے ہیں۔ تاہم قرآنِ کریم کے الفاظ (سب اہل تاویل کے نزدیک) اللہ تعالیٰ کی کلامِ لفظی نہ ہونے کی بنا پر، اس میں وارد اسماء وصفاتِ الٰہی کے بارے میں الفاظ کی حد تک، مسئلہ میں کوئی زیادہ فرق نہیں رہ جاتا۔

دوسری طرف احادیث کے اخبارِ صحابہؓ ہونے کی بنا پر ان میں الفاظ کی بجائے اصل مفہوم ہی ہوتا ہے۔ گویا کتاب وسنت میں وارد الفاظ کے اطلاقات کا مسئلہ تو اہمیت کھو بیٹھا۔ اب مسئلہ صرف مفہوم کا رہ گیا ہے۔ جہمیہ تو اسماء الٰہی (متکلم، سمیع، بصیر) کے منکر ہیں اور معتزلہ اسماء الٰہی کے الفاظ کی بجائے ان کے مفاہیم کی تاویل کر کے اُنہیں مجاز کی بحث میں لے گئے ہیں۔ البتہ صفاتِ الٰہی (کلام، سمع، بصر) کے معتزلہ منکر ہیں، لیکن اشعریہ اور ماتریدیہ صفاتِ الٰہی (کلام، سمع، بصر) کا صراحۃً انکار تو نہیں کرتے تاہم مفہوم کی وہ بھی تاویل کر کے اسے مجاز ہی قرار دیتے ہیں۔ گویا متکلمین کی تعبیرات متنوع ہیں جن کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں۔ ہم نے بہت اختصار سے ایک خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ (محدث)

© rasailojaraid.com